

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيُّمِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ

# سالح خان کتب

شہرہ آفاق عربی کتاب

## الْبَدْءُ اِذَا تَرَانَهَا

کا اردو ترجمہ

جلد اول

زمین آسمان کی تخلیق اور سیدنا آدم علیہ السلام کے تذکرے سے شروع ہوا ہے۔ اس میں عرش و کرسی اور جنات و ملائکہ کے تذکرے سے لے کر حضرت الیاس علیہ السلام تک کے واقعات شامل ہیں۔

تصنیف ✽ علامہ حافظ ابوالفدا اعماد الدین ابن کثیر (۷۷۴-۷۸۱ھ)

ترجمہ ✽ پروفیسر کوکب شادانی فاضل ادب (عربی)

ایم اے (فارسی) ایم اے (انگریزی) ایم اے (اسلامیات) ایم اے (تاریخ اسلام)

سابق پروفیسر ڈبلیو کالج (انڈور) فرگوسن کالج (پونا) الفسٹن کالج (بھنبی)

نفسِ اکیس  
اُردو بازار، کراچی



فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	۷	1	مضامین	صفحہ
2	عرض ناشر	۸	2	مضامین	صفحہ
3	حافظ ابن کثیر کا عظیم النظر کارنامہ	۱۱	3	مضامین	صفحہ
4	مصنف کے حالات و کوائف حیات	۳۱	4	مضامین	صفحہ
5	آغاز کتاب	۴۲	5	مضامین	صفحہ
6	فصل: ۱ خالق و مخلوق	۴۶	6	مضامین	صفحہ
7	فصل: ۲ صفات عرش	۴۸	7	مضامین	صفحہ
8	ارض و سموات کی تخلیق اور ان کی درمیانی اشیاء کا ذکر، بلحاظ تاریخ و نصوص قرآنی و احادیث و تفاسیر	۵۴	8	مضامین	صفحہ
9	فصل: ۳ زمین کے سات طبقات کا ذکر	۵۹	9	مضامین	صفحہ
10	فصل: ۱ سمندر اور دریا	۶۲	10	مضامین	صفحہ
11	فصل: ۲ مظاہر قدرت	۶۸	11	مضامین	صفحہ
12	فصل: ۴ تاریخ سموات اور ان میں موجودات سے متعلق (مزید) آیات قرآنی کا ذکر	۶۹	12	مضامین	صفحہ
13	مجرہ اور قوس قزح کا ذکر	۸۰	13	مضامین	صفحہ
14	فصل: ۵ تخلیق ملائکہ علیہ السلام اور ان کے اوصاف	۸۲	14	مضامین	صفحہ
15	فصل: ۱ تقسیم ملائکہ	15	15	مضامین	صفحہ
16	فصل: ۲ تفصیل ملائکہ	16	16	مضامین	صفحہ
17	باب ۶ ذکر تخلیق جنات و قصہ شیطان	17	17	مضامین	صفحہ
18	باب ۷ تخلیق آدم علیہ السلام	18	18	مضامین	صفحہ
19	شجر ممنوعہ سے پھل کھانے کی پہل	19	19	مضامین	صفحہ
20	جنت میں آدم و حوا علیہ السلام کا لباس	20	20	مضامین	صفحہ
21	زمین پر آدم و حوا علیہ السلام کے مقامات نزول	21	21	مضامین	صفحہ
22	آدم و موسیٰ علیہ السلام کے مابین بحث	22	22	مضامین	صفحہ
23	تخلیق آدم علیہ السلام پر احادیث نبوی کا ذکر	23	23	مضامین	صفحہ
24	آدم کے بیٹوں قابیل و ہابیل کا ذکر	24	24	مضامین	صفحہ
25	حضرت آدم علیہ السلام کی وفات اور اپنے بیٹے شیت کو ان کی وصیت	25	25	مضامین	صفحہ
26	اور لیس علیہ السلام کا ذکر	26	26	مضامین	صفحہ
27	باب ۸ قصہ نوح علیہ السلام	27	27	مضامین	صفحہ
28	متنہ خروں کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی سیرت	28	28	مضامین	صفحہ
29	حضرت نوح علیہ السلام کا روزہ	29	29	مضامین	صفحہ
30	حضرت نوح علیہ السلام کے حج کا ذکر	30	30	مضامین	صفحہ
31	حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت	31	31	مضامین	صفحہ
32	باب ۹ قصہ ہود علیہ السلام	32	32	مضامین	صفحہ
33	قوم ثمود کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ	33	33	مضامین	صفحہ



۱۹۹	قصہ قوم یس جو اصحاب القریہ اور اصحاب یسین تھے	54	غزوہ تبوک کے سال آنحضرت ﷺ کا وادی حجر سے گزر	34
۲۰۱	قصہ یونس علیہ السلام	55	۱۵۸	
۲۰۳	یونس کے فضائل	56		
۲۰۴	قصہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام	57	۱۵۹	
//	اوصاف ابراہیم کے بارے میں روایات	58		
//	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا ذکر اور ان کی عمر کے بارے میں مختلف روایات	59		
//	اولاد ابراہیم کا تذکرہ	60	۱۶۲	
۲۱۳	فرعون و جنود فرعون کی ہلاکت	61	۱۶۵	
۲۱۵	فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کا احوال	62		
	بنی اسرائیل کا التیہ میں داخلہ اور وہاں ان کے لیے امور عجیبہ کا ذکر	63	۱۶۷	
۲۱۸	موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں بنی اسرائیل کی بے چہریا	64	۱۶۸	
۲۲۰	پونجے کی داستان	65	۱۷۰	
۲۲۱	ابن حبان کی روایت کردہ حدیث نبوی	66	۱۷۱	
۲۲۲	بقرہ بنی اسرائیل کی تفصیل	67	۱۷۲	
۲۲۳	قصہ موسیٰ و خضر علیہ السلام	68	۱۷۳	
۲۲۵	حدیث فتون	69	۱۷۴	
۲۲۶	ذکر بناء قیہ الزماں	70	۱۷۵	
۲۲۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قارون کا قصہ	71	۱۷۶	
۲۲۸	حضرت موسیٰ کی سیرت و فضائل اور وفات کا ذکر	72	۱۷۷	
۲۳۱	موسیٰ علیہ السلام کے حج بیت العتیق کا ذکر	73	۱۷۸	
۲۳۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر وفات	74	۱۷۹	
۲۳۳	پوشع علیہ السلام کی نبوت اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بعد سبائے بنی اسرائیل میں ان کے قیام کا ذکر	75	۱۸۱	
۲۳۵	خضر و الیاس علیہ السلام کے قصے	76	۱۸۲	
۲۳۵	قصہ خضر علیہ السلام	77	۱۸۳	
۲۳۷	قصہ الیاس علیہ السلام			
	☆☆☆☆☆☆☆☆			
			۱۹۲	
			۱۹۶	
			۱۹۷	

## باب ۱۰

قصہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

۳۵ حضرت ابراہیم کا ان ملاحدہ سے جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے منکر تھے خصوصاً نمرود سے جسے خدائی کا دعویٰ تھا مناظرہ

۳۶ حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسمعیل کی ولادت

۳۷ حضرت ابراہیم کی اپنی بیوی اور بیٹے اسمعیل کے ساتھ مکہ کے پہاڑ فاران کی طرف ہجرت اور وہاں ان کے بیت العتیق تعمیر کرنے کا ذکر

۳۸ قصہ ذبح

۳۹ ذکر مولد اسحاق علیہ السلام

۴۰ بیت العتیق کی بنیاد اور تعمیر کا ذکر

۴۱ جنت میں قضا ابراہیم کا ذکر

۴۲ اوصاف ابراہیم کے بارے میں روایات

۴۳ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا ذکر اور ان کی عمر کے بارے میں مختلف روایات

۴۴ اولاد ابراہیم کا تذکرہ

۴۵ مدین قوم شعیب کا قصہ

## باب ۱۱

ذریعہ ابراہیم کا ذکر

ذکر اسماعیل علیہ السلام

ذکر اسحق علیہ السلام

۴۶ یعقوب کے بیٹے اسرائیل کی زندگی میں امور عجیبہ کا ذکر

## باب ۱۲

قصہ ایوب علیہ السلام

قصہ ذی القفل

## باب ۱۳

ہلاک ہونے والی امتوں کا ذکر

## عرض ناشر

اسلام نے جہاں مختلف علوم و فنون کی ترویج کی اور ان کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا، وہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس نے علم الرجال کی بنیاد ڈالی، روایت اور اس کے بیان کرنے والوں کے حالات و کوائف کی چھان بین کی اس طرح کسی واقعہ کے درست یا نادرست ہونے کا نتیجہ نکالا۔ اس پر کام کیا، اس پر تنقیدی روشنی ڈالی، سیرت، سوانح اور تذکرہ نگاری کے مستند اصول وضع کیے اور اس طرح کہ اس کے احتساب و انتقاد سے معمولی سے معمولی واقعہ بھی نہیں بچ سکا۔ اس اصول کی جو بھی تحریر پابندی کرتی تھی، وہ سوانح کا روشن باب کہلاتی، تاریخ سمجھی گئی۔ اس طرح عربوں میں مستند تاریخ نویسی اور تذکرہ نگاری کا آغاز ہوا۔

عربی میں جتنی بھی تاریخیں لکھی گئی ہیں ان سب میں مذکورہ طریقہ کار اور اصول کو برقرار رکھا گیا اور اس کی پوری طرح پابندی کی گئی چنانچہ تمام معلومہ تاریخوں میں یہی التزام نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ عرب مؤرخوں اور تذکرہ نگاری نے واقعات بیان کرنے میں تحقیق و دریافت کے کن دشوار گزار راستوں کو طے کیا۔ کن غور و فکر کی پر پیچ وادیوں کی سیاحت کی اور بعض واقعات کی چھان بین میں دور دراز علاقوں کے سفر کیے۔ روز و شب کی سختیاں اور موسموں کی نامساعد کیشیاں برداشت کیں۔

تاریخ عربوں کی سب سے زیادہ مؤثر اور طاقت و قوت تھی۔ اس معاملے میں کوئی بھی ان کا حریف اور مقابل نہیں تھا۔ مغربی اقوام نے ان ہی سے تاریخ نویسی کا سبق سیکھا ہے ورنہ ان کی تاریخ میں قصہ کہانیوں اور ماورائی اور مافوق الفطرت داستانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ عقلی، خود پرستی اور انا کے اس قدر شکار تھے کہ ان کو اپنے حکمرانوں کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی بہتر نہیں دکھائی دیتا تھا۔ اگر عرب تاریخ نویس اپنے عنان قلم کو جنبش نہ دیتے، ان کی کاوشیں منظر عام پر نہ آتیں تو تاریخ کا مزاج کچھ اور ہی ہوتا۔ یہ واقعہ ہے کہ عربوں نے تاریخ سے اپنی تہذیب اپنے کلچر اور اپنی اقدار کو زندہ رکھا، اور دنیا سے روشناس کرایا۔ جس تہذیب جس کلچر اور جن اقدار کو ابتلاء زمانہ نے بھلا دیا، جو حقیقتیں طاق نسیاں پر دھری رہ گئیں، تاریخ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا ان کے تن مردہ میں نئی جان ڈالی، ان کے قالب میں ہمیشگی کا صورت چھونکا۔ ان کو نئی روئیدگی عطا کی، اس طرح لوگوں کو اپنے تاریخی سرمایہ پر فخر کرنے کا موقع عطا کیا۔

اگر آپ عربی تاریخوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو صاف طور پر یہ بات معلوم ہوگی کہ عرب مؤرخوں نے اپنی تاریخوں میں تسلسل زمانی کا برابر خیال رکھا ہے۔ ان کی ہر تاریخ آدم علیہ السلام کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور پھر واقعات اور بیانات کا سلسلہ ان واقعات تک پہنچتا ہے جن میں ان کا لکھنے والا سانس لے رہا ہے، ان تاریخوں میں اقدار، روایات اور تصورات بھی ایک ہوتے ہیں ان کے کردار بھی ایک ہوتے ہیں، کہیں کہیں جزوی اختلاف ضرور ملتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کہ اس کے پڑھنے سے کسی کو ان مقاصد تحریر کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ پیدا ہو۔

عربوں نے تاریخ نگاری کو اس قدر عام کیا تھا کہ ہر دور اور زمانے اور ہر علاقے کی تاریخ ملتی ہے۔ ابتداء میں تاریخ کا دائرہ

بہت محدود تھا عربوں نے ابتداء میں ظہور اسلام اور سیرت نبی کریم کو اپنا فکری اور تحقیقی موضوع بنایا اور اس سلسلہ میں وہ تمام مستند ذرائع اور ماخذ استعمال کیے جن پر ان کو مکمل یقین اور اعتماد تھا کہ وہ درست ہیں اس سلسلہ میں سیرت نبوی پر لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب سیرت اسحاق ہے۔ اسحاق کو یہ اولیت حاصل ہے کہ اس نے سیرت نبی کریم ﷺ کو نہایت مستند ماخذوں اور روایت کے ذریعہ محفوظ کر دیا اور تاریخ نگاروں میں اپنی قابل قدر اور ممتاز جگہ بنائی، بعد کا آنے والا ہر مؤرخ اس کے حوالے اور اقتباسات اپنی تاریخوں میں درج کرتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسحاق نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر ہشام نے سیرت النبی ﷺ لکھی، یہ تمام تر کتاب اسحاق کی سیرت سے بیانات سے مستعار ہے لیکن سیرت اسحاق تک لوگوں کی رسائی ممکن نہیں تھی اس کے خطی نسخے دریافت نہیں ہوتے تھے اور پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کہاں ہے چنانچہ سیرت ہشام ہی کو سب سے زیادہ مستند اور معتبر مانا گیا۔

ان دو بنیادی اہم اور اولین سوانح کے علاوہ اس موضوع کے تعلق سے کئی کتابیں لکھی گئیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے ساتھ اس کے موضوعات میں اضافہ ہوا پھر مسلمانوں نے مختلف ممالک میں قبضہ کرنے کے بعد اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ اپنے کارناموں کو تاریخ میں محفوظ رکھا جائے چنانچہ تاریخ نویسی کا ایک لائق اہم سلسلہ شروع ہو گیا۔

اگرچہ عربوں نے بے شمار تاریخیں لکھیں، تذکرے لکھے۔ اس میں تاریخ وادی بھی ہے جس کو مغازی رسول ﷺ کا نام دیا گیا ہے اس میں فتوح مصر، فتوح شام اور فتوح ایران کی تفصیل موجود ہے اور اس قدر تفصیل کے ساتھ کہ کسی اور دوسری تاریخ میں نہیں ملتی ہے لیکن بعد کے آنے والوں نے بعض قرائن کی بناء پر اس پر کئی اعتماد نہیں کیا کیونکہ وہ ان اصولوں پر پورا نہیں اترتی تھی جن کو تاریخ نویسی کا جزو اعظم سمجھا جاتا ہے اس تاریخ میں مصنف کا انداز تحریر یوں ہے جیسے وہ ہر معرکہ میں عینی شاہد تھا اور ہر شخص کے افعال اور کردار پر نظر رکھے ہوئے تھا، یہ ممکن نہیں تھا۔ اس لیے اس کو بہت سے لوگ حوالے کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے لیکن اس تاریخ نے دوسرے تاریخ نویسوں میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ وہ اپنی دائرہ تحقیق و دریافت آگے بڑھائیں چنانچہ اس کے بعد ممالک اسلامیہ اور اس کے خلفاء اور حکمرانوں کی تاریخیں لکھی جانے لگیں۔

ان تاریخوں میں سب سے اہم نام ابن خلدون کا ہے۔ ابن خلدون کی اہمیت اس تاریخ سے نہیں ہے بلکہ اس کے مقدمہ تاریخ سے ہے اس مقدمہ میں جو بہت ضخیم ہے اور دو جلدوں پر محیط ہے۔ اس نے تحقیق و دریافت کے اصول متعین کیے۔ اس پر بحث کی غلط اور صحیح روایت کی شناخت کا طریقہ بتایا۔ تاریخ کو کیا ہونا چاہیے اس پر پھر پروروشنی ڈالی، چنانچہ پہلی بار اس کے ذریعہ علم تاریخ سامنے آیا۔ اس مقدمہ کی روشنی میں اس نے عہد جاہلیت سے لے کر اپنے دور تک کے حالات اور واقعات کی تفصیل لکھی، مختلف ممالک کے مسلم حکمرانوں کے کارناموں کا ذکر کیا، ان کی حکومت، عدالت، شجاعت اور سخاوت کی تفصیل بتائی اور ان سب چیزوں کو اس کی تاریخ کی کئی جلدوں میں پڑھ کر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ فلسفہ تاریخ کا بانی بھی ہے اور جدید تاریخ نویسی کا موسس بھی۔

ابن خلدون کے ساتھ ہی مسعودی کا بھی ذکر آتا ہے۔ مسعودی کی تاریخ چار جلدوں پر مشتمل ہے اس نے بھی اپنے دور تک کے حالات لکھے ہیں اور بڑا حصہ رسول کریم ﷺ کے حالات و واقعات کے لیے مختص کیا، اس کے بعد اس نے خلفائے راشدین اور ان کی خلفتوں کا حال لکھا ہے پھر امویوں کے حالات پر روشنی ڈالی، اس طرح اس کی تاریخ سے مسلمانوں کے حکمرانوں کے کئی ادوار سامنے آتے ہیں۔ ابن خلدون اور مسعودی کے ساتھ ابن کثیر کا نام بھی ذہن میں آتا ہے اس کی شخصیت کئی خانوں میں مٹی



ہوئی تھی ایک طرف وہ زبردست مفسر تھا تو دوسری طرف جید عالم اس سے ہٹ کر اس کی شخصیت کا ایک نمایاں رخ اس کو تاریخ نگار کی حیثیت سے سامنے لاتا تھا۔ اس کی تاریخ البدایہ والنہایہ جو تاریخ ابن کثیر بھی کہلاتی ہے ۱۶ جلدوں پر مشتمل ہے یہ ۱۶ جلدیں مختصر نہیں، مفصل ہیں اس کی وجہ سے اس کی ضخامت میں اضافہ ہی نہیں ہوا بلکہ یہ بھی پتا چلا کہ اس نے تاریخ مواد کو جمع اور فراہم کرنے میں کتنی محنت برداشت کی ہوگی کتنی جانفشانی سے کام لیا ہوگا۔

ابن کثیر کی یہ تاریخ بھی دوسری تاریخوں کی طرح ابتدائے آفرینش سے شروع ہوتی ہے اور اس کے بعد انبیاء اور مرسلین کے حالات سامنے آتے ہیں یہ کئی لحاظ سے اہم ہیں اس سے پہلے جو تاریخیں لکھی گئی ہیں یا اس کے بعد جن تاریخوں کو دریافت کیا گیا ہے۔ ان میں یہ تمام واقعات اساطیری ادب سے لیے گئے ہیں یا ان کو اسرائیلی روایتوں پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھایا گیا۔ یہ اسرائیلی روایات ان کتابوں میں عام طور پر ملتی ہیں جن کو قصص الانبیاء کے نام سے متعدد غیر معروف لکھنے والوں کے نام سے روشناس کرایا گیا۔ اس کے برعکس ابن کثیر نے اپنا تمام مواد قرآن ہی سے لیا ہے اور یہ اس کے ایمان اور یقین کی مضبوطی کی دلیل ہے کہ اس نے اس سلسلے میں اس الہامی کتاب کو سامنے رکھا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں تمام وکمال وہ واقعات ملتے ہیں جو قرآن میں موجود ہیں اس کو قصص الانبیاء بھی کہا جاسکتا ہے لیکن یہ اس قدر صحیح اور مستند ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی دوسری کتاب نہیں کر سکتی۔

تاریخ ابن کثیر آفرینش دنیا سے لے کر عراق و بغداد میں تاریخوں کے حملوں تک وسیع اور عریض زمانے کا احاطہ کرتی ہے اور غالباً سب سے پہلی تاریخ ہے جس میں ہزاروں لاکھوں سال کی روز و شب کی گردشوں، کروٹوں، انقلابوں اور حکومتوں کو محفوظ کیا گیا ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی جتنی بھی تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے بہت سوں میں تاریخ ابن کثیر کا حوالہ دیا گیا ہے یہ تاریخ اردو میں موجود نہیں تھی اس کے پرانے ایڈیشن ضرور ملتے تھے لیکن عربی میں اور ان کا پڑھنا اور پھر پڑھ کر سمجھنا بے حد مشکل تھا۔ اس سلسلہ میں ہمارے پڑھنے والے اس کے ترجمہ کی اشاعت کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتے رہے اس تاریخ کی اشاعت بادی النظر میں آسان نہیں تھی۔ اس کی چودہ جلدوں کو کوئی سرکاری ادارہ ہی چھاپ سکتا تھا۔ لیکن سرکاری ادارے اہم غیر اہم، معیاری اور غیر معیاری کتابیں چھاپتے ہیں۔ ایسی کتابوں کی اشاعت پر توجہ نہیں دیتے ہیں جو ان کے قیام کے مقصد سے تعلق رکھتی ہو۔ جب ہم نے اس کی چودہ جلدیں دیکھیں اور ان کی ضخامت کا اندازہ کیا تو ہمیں یہ کام بے حد مشکل لگا۔ سب سے مشکل مرحلہ اس کے ترجمہ کا تھا۔ ہم نے کئی ماہرین سے مشورہ کیا۔ سب ہی اس کی اشاعت پر زور دیتے رہے لیکن کسی نے بھی یہ نہیں بتایا کہ ان کا ترجمہ کون کرے گا۔ قارئین کے اصرار کو دیکھتے ہوئے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح اس کی اشاعت ہو۔ اس سے پہلے ہم نے ابن خلدون کا مقدمہ اور اس کی تاریخ کی تمام جلدیں شائع کی تھیں۔ مسعودی کی مکمل تاریخ کو چھاپا تھا۔ اس کے چھاپنے کی طرف بھی توجہ دی تاکہ ہمیں یہ سعادت ملے کہ ہم نے برصغیر میں پہلی مرتبہ تاریخ اسلام سے متعلق تمام اہمات الکتاب کو اردو میں منتقل کروا کر اپنے پڑھنے والوں کے سامنے پیش کیا۔ ان ضخیم جلدوں کا ترجمہ آسان نہیں تھا، لیکن بعض مخلص اور محنتی لوگ ہمیں ایسے مل گئے جنہوں نے دن رات اس کا ترجمہ کیا اور دو تین سال کے دوران ہماری منزل آسان کر دی اور ہم اس قابل ہو سکے کہ ایک ساتھ اس کی دو جلدیں آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔ یہ جلدیں آپ کے سامنے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تاریخ

اور

## البدایہ والنہایہ

حافظ ابن کثیر کا عظیم النظر کارنامہ:

نفیس اکادمی نے حیدرآباد دکن سے کراچی تک جو سفر کیا ہے اس سے بر عظیم پاک و ہند کے اہل شعور خوب واقف ہیں۔ اس ادارے نے بالخصوص تاریخی لٹریچر کی اشاعت میں بڑا موثر اور نمایاں کردار ادا کیا ہے اور تاریخ کے حوالہ سے اُمہات الکتاب کے تراجم کا اہتمام کر کے ان کی طباعت کا وہ فرض انجام دیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، ۴۷۷ھ کی معرکتہ الاراء تاریخی کتاب ”البدایہ والنہایہ“ ابتدائے آفرینش سے ان کے دور تک کا نہایت مستند اور جامع تاریخی روزنامہ ہے لیکن اب تک اس سے اردو داں حضرات محروم تھے۔ اپنی اس تحریر میں احقر تین نکات پر گفتگو کرے گا:

الف: تاریخ نویسی..... آغاز و ارتقاء

ب: حافظ ابن کثیر کی سوانح

ج: البدایہ والنہایہ..... موضوع اور اہمیت

تاریخ نویسی..... آغاز و ارتقاء:

پہلے نکتہ پر مختصر گفتگو اس لیے ضروری ہے کہ جس عظیم فن کی ایک نہایت معتمد کتاب کا ترجمہ قارئین کے مطالعہ میں آ رہا ہے اس فن سے انہیں آگاہی حاصل ہو جائے اور اندازہ ہو جائے کہ یہ فن کتنا اہم ہے۔

قرآن کریم..... جو اللہ تعالیٰ کی آخری وحی ہے اس کا ایک حصہ ایسا ہے جس میں ماضی کے وقائع اور قصص کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں حضرات انبیاء علیہم السلام، ان کی قوموں، مختلف حکمرانوں اور تہذیبوں کا ذکر ہے۔ گو اس کا انداز بیان مروجہ تاریخ کی طرح ایک مربوط کہانی کا نہیں، تاہم تذکیر و نصیحت..... جو قرآن عظیم کا اصلی مقصد ہے۔ کے حوالہ سے کہیں اجمال اور کہیں تفصیل سے اس کا یہ پہلو آ جا کر ہوتا گیا ہے۔

مختلف زبانوں کے اہل علم نے قرآن کریم کے اس پہلو پر علمی سرمایہ فراہم کیا ہے اردو میں دو کتابیں اس سلسلے میں بڑی اہم ہیں۔ ایک مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہا سوئیؒ م ۱۹ کی ”قصص القرآن“ دوسری مولانا سید سلیمان ندویؒ م ۱۹ کی ”ارض القرآن“۔ قرآن کریم جو جملہ علوم و فنون کا سرچشمہ ہے اس کے انہی بیانات سے فن تاریخ کی بنیاد پڑی اور پھر مسلمان قوم نے اپنی معارف پروری کے سبب اسے ایک لازوال فن بنا ڈالا۔

”تاریخ“ پر گفتگو کرتے ہوئے ”اردو دائرہ معارف اسلامیہ“ (پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے فاضل مقالہ نگار کہتے ہیں کہ:

”اس لفظ سے عام طور پر مراد ہے قوموں کے عام وقائع کا بیان حولیات یعنی وقائع کا بیان بہ ترتیب سالانہ شرح وقائع بہ ترتیب تاریخی۔“ (ج ۶ ص ۳۶)

اسی مقالہ میں ”تاریخ“ پر گفتگو کرتے ہوئے دوسری بات یہ کہی گئی کہ:

”کسی عصر خاص کی ابتداء کی تعیین حساب ازمانہ حوادث کے وقت کی دقیق تعیین۔“ (ج ۶ ص ۳۷)

اس لفظ کا بنیادی مادہ ”و۔ر۔خ“ سے مشتق ہے اور یہ سامی زبانوں میں مشترک ہے۔

البیرونی اور الخوارزمی کے یہاں ایک روایت آئی ہے کہ یہ کلمہ فارسی لفظ ”ماہ روز“ کا معرب ہے لیکن ثانی الذکر نے اس کو رد بھی کیا ہے۔ (الاثر الباقیہ ص ۲۹ مفتاح العلوم ص ۷۹)

علم التاریخ جو آج ایک فن کے طور پر ہمارے سامنے موجود ہے وہ ادبیات کی ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں سالانہ اور سیر دونوں شامل ہیں۔ اہل علم نے عربی فارسی تاریخ نگاری کے لحاظ بہ لحاظ حالات اس کے ادوار متعین کیے ہیں۔ اور اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اس تفصیل کے مطابق عربی تاریخ نگاری کی ابتداء کیسے اور کیونکر ہوئی؟ ابھی تک قطعی طور پر اس سلسلے میں رائے قائم نہیں ہو سکی۔ زمانہ جاہلیت کی زبان زد عوام روایات جنہیں اصطلاح میں ”اساطیر“ کہا جاتا ہے (مخالفین اسلام نے وحی کے لیے یہی لفظ استعمال کیا اور اس طرح گویا اسے معاذ اللہ تعالیٰ بے وقعت بنانے کی کوشش کی) ان سے جو سفر شروع ہوتا ہے اس سے لے کر دوسری صدی ہجری تک کے علمی سرمایہ کے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہے جسے اب تک پر نہیں کیا جاسکا۔

زمانہ حال کے مصنفین کا یہ نظریہ کہ اس ارتقائی مرحلہ میں فارسی کتاب ”شاہ نامہ“ کا اثر پڑا دل لگتی بات نہیں ہاں اس کا غالب گمان ضرور ہے کہ مختلف النوع تاریخی اور نیم تاریخی نگارشات کے دھارے جب اختلاط و آمیزش کے مرحلے میں داخل ہوئے تو اس سے عربی تاریخ نگاری نے ایک خاص رخ اختیار کیا۔

زمانہ جاہلیت کے تاریخی آثار کے سلسلہ میں سوائے دھندلے نقوش کے اور کچھ نہیں ملتا، قدیم عرب اپنی مشکل پسند طبیعت کے پیش نظر ایک خاص انداز سے زندگی گزارنے کے عادی تھے اور تاریخی حس اس انداز سے ان میں نہ تھی۔ اس کے باوجود ”داستہائے دور دراز“ کی ایک دنیا موجود ہے۔ ایسی ہی داستانوں کو ”دوب بن منبہ“ اور ”عبید بن شریئہ“ نے مدون کیا اور



بہر حال ان کا اپنا ایک مقام ہے اور انہیں ایک درجہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ بعد کے مؤرخین نے انہی واقعات کو اپنی تصانیف میں شامل کیا، وہب بن منبہ کی ”کتاب البیتان“ سے بحری تک نے جا بجا استفادہ کیا۔ ابن خلدون نے (ج ۱ ص ۱۳) میں اس کی بعض روایات پر نقد بھی کیا ہے لیکن روایات کے اخذ میں انہوں نے بھی بخل سے کام نہیں لیا اور جہاں ان کے اپنے اصولوں کے مطابق استفادہ ممکن ہوا انہوں نے استفادہ کیا۔ پھر چونکہ دنیائے عرب قبائل پر مشتمل تھی اور مختلف قبیلوں کا اپنا مزاج تھا اس لیے یہاں قبائلی روایات کا بھی ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔ یہ روایات نظم و منثر کی شکل میں موجود تھیں اور بہر حال ان کا معاملہ ایسا تھا کہ ان کو کام میں لایا جاتا اور ان سے مطالب اخذ کیے جاتے، بعد میں یہی قبائلی روایات قبائلی تاریخ میں تبدیل ہو گئیں اور ان میں بہت حد تک صداقت کی روح نظر آنے لگی اسلام نے اخلاق عالیہ کا جو سبق پڑھایا اس کے نتیجے میں ان نوشتوں میں صداقت شعاری ابھر کر آگئی گو کہ قبائل کی خصوصیت اپنی جگہ رہیں اور اس میں حرج بھی نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

”کہ جاہلیت میں تم میں سے جو کسی خاص حوالہ سے شہرت و عزت رکھتے تھے ان کا جوہر اسلام میں بھی جوں کا توں رہے گا اور اس پر اثر نہ پڑے گا۔“

انہی قبائلی روایات کی وجہ سے نسب محفوظ رکھنے کا رواج تھا اور اس معاملہ میں بڑے بڑے جلیل المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم کو امتیازی مقام حاصل تھا۔ اور ”علم الانساب“ نے ایک مستقل فن کی شکل اختیار کر لی۔

تاریخ کا سفر اسی طرح جاری تھا کہ دوسری صدی ہجری آ پہنچی اس کا ابتدائی دور ایسا تھا کہ مملکت اسلامیہ میں بنو امیہ بلا شرکت غیرے حکمران تھے۔ ان کی معارف پروری اور علمی خدمات کا دور دور تک شہرہ تھا، مخصوص سیاسی حالات نے ان کی طرف عجیب و غریب روایات منسوب کر دی ہیں، تاہم ان کی علمی خدمات ایسی ہیں کہ ان کے متعلق دورائیں ممکن نہیں، ماضی قریب کے معروف رہنما سر آغا خان کا بنو امیہ سے فکری اختلاف معروف و مسلم ہے لیکن انہوں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور بنو امیہ کے دور کو شاندار علمی دور قرار دیا۔ شعر و سخن کے قدیم ذخیروں میں سے خاص طور پر وہ حصہ جو پچھلے مجموعوں میں سے باقی رہ گیا تھا، اسے اس دور میں استعمال میں لایا گیا اور علم تاریخ کی شاندار خدمات سرانجام دیں۔<sup>①</sup>

اس دور کے معروف مؤرخین ابو عبیدہ (ولادت ۱۱۰ھ وفات ۲۰۹ھ) نے لگ بھگ دو سو رسائل اس فن کے حوالہ سے لکھے۔ ان رسائل میں سے آج اپنی اصل شکل میں ایک بھی موجود نہ ہو یہ اپنی جگہ ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بعد کے مجموعوں میں اس کا مواد بہت ہی وافر مقدار میں نظر آتا ہے۔

① مؤرخ مسعودی نے ”مروج الذهب“ میں خاندان بنو امیہ کے گوہر شب چراغ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے تاریخ کے سلسلہ میں اہتمام و احساس پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ رات کا ایک تہائی حصہ وہ اس سلسلہ میں خرچ کرتے۔ ایک مستقل طبقہ تھا جن کے ذمہ یہ کام تھا اور وہ بڑے کھلے ماحول میں عرب و عجم کے وقائع اور احوال کی کیفیات بڑی تگ و دو سے مرتب کرتے اور حضرت الامیر ذاتی طور پر ان کی سرپرستی کرتے اور مدد و شہدہ کا جائزہ لیتے۔ مسعودی کے بقول یہ اہتمام محض اپنے قبیلہ کے نقطہ نظر سے نہ تھا بلکہ وسیع تناظر میں اس کا اہتمام کیا گیا۔

(منقول از مقدمہ سیرت ابن اسحاق از ذاکر محمد حمید اللہ صاحب ص ۱)